طہارت سے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اور ان کا عصری اطلاق

FATWA ON PURIFICATION BY SAYYADA AYESHA (R.A) AND THEIR CURRENT APPLICATIONS

ڈاکٹر ثوبیہ خان*

نازیہ عطا**

ABSTRACT

Islam is a very pure religion; it commands its followers to be pure and pious. The rules and instructions that Allah has bestowed upon the children of Adam through His last Prophet Muhammad (pbuh) related to various aspects of life, if they are followed in the true sense then human body and clothes, living space, house, bar, street, neighborhood, environment and even the whole society will all become manifestations of purity. It is enough to appreciate the importance of purity and purity in Islam that this practice is beloved and preferred by Allah and His Messenger. This paper discusses the purity releted issues in term of Sayyada Ayesha Siddiqa (may Allah be pleased with her).

KEYWORDS: Taharat, Ftawa, Sayyada Ayesha, Itlaq

تمہید

طہارت اور پاکیزگی کے انسان کی انفرادی زندگی پر بھی بے شمار مفید اور اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور معاشرتی سطح پر بھی نظافت اور صفائی ستھرائی کا ایک خوشگوار نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں لوگ پاکیزگی کا خیال رکھتے اور اپنے ماحول کو آلودگی اور آلائشوں سے محفوظ اور پاک رکھتے ہیں وہ معاشرہ صحت مند، تندرست اور خوش حال ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں بیماریاں نہیں ہوتیں، وہاں کے لوگ بھی تندرست اور صحت مند ہوتے ہیں، اور جب افراد جسمانی اعتبار سے تندرست ہوتے ہیں تو وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ اپنے لیے اور اپنے معاشرے اور قوم و ملک کے لیے نتیجہ خیز سرگرمیاں انجام دے سکیں، صحت مند افراد سے ہی ایک صحت مند معاشرہ تشکیل

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک کلچر، گورنمنٹ صدیق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاولپور sobiakausar.khan@gmail.com

** ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامک کلچر، گورنمنٹ صدیق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاولپور naziaatta51@mail.com

پاتا ہے اور صحت مند معاشرے سے ہی ایک اچھا اور خوشحال ملک وجود پذیر ہوتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علمی صداقت اور احادیث روایت کرنے کے حوالے سے دیانت وامانت میں امتیاز حاصل تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حافظہ بہت قوی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ حدیث نبوی کے حوالے سے صحابہ کرام کے لیے بڑا اہم مرجع بن چکی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث حفظ کرنے اور فتویٰ دینے کے اعتبار سے صحابہ کرام سے بڑھ کر تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان فتاویٰ جات کو ذکر کرنے کا مقصد صرف اسلام کے نظامِ طہارت و نظافت کی ایک جھلک دکھانا ہے، ورنہ اسلام نے تو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل رہنمائی فراہم کی ہے، اور اسلام سارا کا سارا پاکیزگی اور طہارت ہی سے مرکب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ثقہ علماء سے اسلامی تعلیمات سیکھ کر ان پر عمل کیا جائے، تاکہ دنیا میں پاکیزگی و کامیابی کے ساتھ آخرت کی ہمیشہ کی کامرانی مقدر بن جائے۔

طہارت کا لغوی مفہوم

صاحب المنجد لکھتے ہیں: تطہر واطہر: میل کچیل سے پاک ہونا، نہانا۔ طھّرہُ: پاک کرنا۔[1]

الجرجانی کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں:

"الطهارة: في اللغة: عبارة عن النظافة، وفي الشرع: عبارة عن غسل أعضاء مخصوصة بصفة مخصوصة."[2]

(لغت میں پاکیزگی صفائی کا اظہار ہے اور شریعت میں اپنے مخصوص اعضاء کو مخصوص طریقہ سے دھونے کا نام طہارت ہے)

طہارت کا اصطلاحی مفہوم

صاحب "در المختار" لکھتے ہیں:

"وَالطَّهَارَةُ مَصْدَرُ طَهُرَ: بِمَعْنَى النَّظَافَةِ لُغَةً، وَلِذَا أَفْرَدَهَا. وَشَرْعًا النَّظَافَةُ عَنْ حَدَثٍ أَوْ خُبْثٍ"[3]

"طہارت "طہر" کا مصدر ہے۔ طہارت لغت میں "صفائی ستھرائی" اور "میل کچیل" دور کرنے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں صفائی حوادث یا خبائث سے ہوتی ہے۔"

امام نووی لکھتے ہیں:

"وَأَمَّا الطَّهَارَةُ فِي إصطلاح الفقهاءفهي رفع حدث أو أزالة نَجَسٍ أَوْ مَا فِي مَعْنَاهُمَا وَعَلَى صُورَتِهِمَا"[4]

"فقہاء کی اصطلاح میں طہارت حدث کو دور کرنا یا نجاست کو زائل کرنا ہے، یا جو انہی دونوں مقاصد کے لیے یا ان کی صورت پر ہوں۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا[5]

(اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔)

اس شخص کا بیان جو گندی جگہ سے گزرنے کے بعد صاف جگہ سے بھی گزر جائے۔

حدیث مبارکہ ہے:

"عَمَّنْ حَدَّثَهُعَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ الرَّجُلِ يَمُرُّ بِالْمَكَانِ الْقَذِرِ وَهُوَ عَلَى طَهَارَةٍ، فَقَالَتْ:إِنَّهُ قَدْ يَمُرُّ بِالْمَكَانِ النَّظِيفِ فَيُطَهِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا"[6]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو خود پاک ہو لیکن کسی گندی جگہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ وہ پاک جگہ سے بھی تو گزرے گا اور پاک جگہ اسے پاک کر دے گی۔)

عصری اطلاق

اگر چلتے وقت کرتے کے دامن یا لنگی کے کنارہ کو راستہ کی ناپاکی لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

"عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي، وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ: أُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ"[7]

(ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف کی ام ولد (حمیدہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میں اپنا دامن لمبا رکھتی ہوں (یعنی تغطیہ قدمین کے لیے، جو زمین پر گھسٹتا ہے) اور میں نجس جگہ میں بھی چلتی ہوں؟ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد کی زمین (جس پر وہ گھسٹتا ہے) اس کو پاک کر دیتی ہے۔)

بظاہر یہ حدیث اجماع علماء کے خلاف ہے اسی لیے اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ حدیث میں لفظ قذر سے نجاست مراد نہیں ہے بلکہ طین شارع (راستہ کا گارا کیچڑ) یا گھناؤنی چیز تھوک مراد ہے اور اس صورت میں وہ کپڑا در اصل ناپاک ہی نہیں ہوا اس لیے کہ طین شارع معاف ہے اور حدیث میں يُطَهِّرُهُ سے مراد يُنَظِّفه ہے اور اگر اسے نجاست ہی پر محمول کیا جائے تو اس سے نجاست یابسہ مراد لی جائے نہ کہ رطبہ، تاکہ یہ حدیث اجماع کے خلاف نہ ہو۔

علامہ وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"کرارالمشي في الثوب الطويل الذي يمس الأرض النجسة والطاهرة: يطهر الثوب، لأن الأرض يطهر بعضها بعضاً"[8]

"اس لمبے کپڑے کو پہن کر مسلسل چلنا جو پاک اور ناپاک دونوں طرح کی زمینوں پر سے گزرتا ہو۔یعنی اگر کسی نے طویل کپڑا پہن رکھا ہے اور وہ اسی کو پہن کر جارہا ہے اور اس کا کپڑا زمین پر گھسٹ رہا ہے تو اس گھسٹنے کے سبب وہ کپڑا پاک کہلائے گا کیونکہ زمین کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کو پاک کر دیتا ہے۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

"ويتفق المالكية والحنابلة مع الحنفية في ذلك،وأقره الشافعي بما جرى على يابس، وقيده الحنابلة بيسير النجاسة، وإلا وجب غسله"[9]

"مالکیہ اور حنابلہ احناف کے ساتھ اس مسئلے کے بارے میں متفق ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ جب ہے کہ وہ خشک نجاست پر سے گزرے اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ نجاست بہت معمولی سی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا دھونا لازم ہو گا۔"

"تكرار المشي أو المرور: يطهر ثوب المرأة الطويل الذي تجره على الأرض المتنجسة اليابسة---الخ"[10]

"مالکیہ کے ہاں عورت کا وہ لمبا کپڑا جو خشک ناپاک زمین پر گھسٹ رہا ہو اس پر اگر گرد و غبار لگ جائے تو اس کے چلتے رہنے سے اور اس کپڑے کے گھسٹتے رہنے سے وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ عورت نے یہ کپڑا تکبر کی غرض سے لمبا نہ کیا ہوا ہو، ستر پوشی کی غرض سے لمبا رکھا ہو۔اور تر نجاست کے بارے میں اختلاف ہے۔اسی طرح اس شخص کا بھی حکم ہے جو گیلے پیر کے ساتھ خشک نجاست پر چلے تو بعد والی خشک زمین (جس پر اس کے پاؤں خشک حالت میں پڑیں) اس کو پاک کر دے گی، ان دونوں صورتوں میں ان لوگوں کو اپنی اسی حالت میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے ان پر دھونا ضروری نہیں ہے، اور بارش کا کیچڑ پاک شمار ہو گا اس کا لگنا معاف ہے اگر نجاست غالب نہ ہو یا نجاست کا جسم اس میں برقرار نہ ہو"

بنو عبد الاشہل قبیلے کی ایک عورت (صحابیہ) بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ!

"إِنَّ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا؟قَالَ:أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ:بَلَى قَالَ:فَهَذِهِ بِهَذِهِ"[11]

(بلاشبہ مسجد کی طرف جانے والا ہمارا راستہ گندا ہے، سوجب بارش ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"اس کے

بعد صاف راستہ بھی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شافعیہ اور حنابلہ نے مطہرات (پاک کرنے والی اشیاء) میں ان پر نظر رکھی ہے جن سے شریعت کی مراد مکمل ترین طریقے سے حاصل ہوتی ہے، اور احناف نے مطہرات کے بارے میں توسع سے کام لیا ہے، اور اس بارے میں مالکیہ کہیں کہیں ان کے قریب ہیں، لوگوں کی ضرورتیں، ان کے عرف وغیرہ مکمل طور پر مذہب حنفی پر عمل کرنے کی تائید کرتے ہیں۔

غسل جنابت کے بارے میں فتویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حدیث مبارکہ ہے:

"عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ،قَالَ:أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ:أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ أَمْ فِي آخِرِهِ،فَقَالَتْ:رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ،وَرُبَّمَااغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ"[12]

(حضرت غضیف بن حرث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں غسل جنابت فرماتے یا رات کے آخری حصہ میں؟ انہوں نے فرمایا کہ کبھی ابتدائی حصہ میں اور کبھی آخری حصہ میں)

عصری اطلاق

غسل جنابت میں تعجیل و تاخیر دونوں صورتیں جائز ہیں، اس لیے جنبی کو اختیار ہے چاہے تو جنابت کے بعد فوراً غسل کرلے اور چاہے تو سو کر اٹھنے کے بعد غسل کرلے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ:سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ: كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ؟ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ؟ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ؟ قَالَتْ:" كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ، وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ، قُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً"[13]

(عبد اللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ غسل جنابت میں کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟ کیا آپ ﷺ سونے سے پہلے غسل کرتے یا غسل کرنے سے پہلے سوتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا: "(دونوں صورتوں میں سے) ہر صورت پر عمل کر لیتے تھے، کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے۔ میں نے کہا: "اللہ کا شکر ہے جس نے اس (مسئلہ میں) وسعت رکھی ہے۔)

سونے اور کھانے سے پہلے وضو کرنا

جس شخص نے آغاز شب کی بجائے سو کر اٹھنے کے بعد غسل جنابت کرنا ہے تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ سونے اور

کھانے سے پہلے وضو کر لے۔

1۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا، فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ"[14]

(رسول اللہ ﷺ جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو نماز والا وضو کرتے۔)

2۔"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ، حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ"[15]

(سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: "کیا ہم میں سے کوئی حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، وہ وضو کرے پھر سوئے اور (اس کے بعد رات کے کسی حصے میں) جب چاہے غسل کر لے۔)

جنبی آدمی کے لیے پانی کی مقدار سے متعلق فتویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حدیث مبارکہ ہے:

"أَنْ رَجُلًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مَا كَانَ يَقْضِي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهُ، قَالَ: فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ حَزَرْتُهُ صَاعًا مِنْ صَاعِكُمْ هَذَا"[16]

(ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ غسل کے لیے کتنا پانی استعمال فرماتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن دکھایا جو تقریباً ایک صاع کے برابر تھا۔)

عصری اطلاق

غسل کے پانی کی مقدار کے بارے میں فقہاء کی آراء درج ذیل ہیں۔ علامہ وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

مقدار ماء الغسل والوضوء: ويسن عند الشافعية والحنابلة: ألا ينقص ماء الوضوء عن مُدّ تقريباً---[17]

"شوافع اور حنابلہ کے ہاں غسل کا پانی تقریباً ایک صاع سے کم نہ ہو جو چار مد ہوتا ہے جو کہ 2175 گرام کے برابر ہوتا ہے۔ غسل کے پانی کی مقدار کم از کم کوئی بھی نہیں، اگر اوپر والی مقدار سے کم پانی ہو اور وہ اعضاء پر پورا بہہ جائے تو کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم دیا اور وہ شخص اس طرح کرنے سے فعل انجام دے دیتا ہے اور وہ فعل مکروہ نہیں ہوتا اور وضو اور غسل میں اسباغ (پورا پورا دینا) کا مفہوم یہ ہے کہ سارے اعضاء پر پانی بہہ جائے مسح کی طرح صرف پونچھنا نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت فاغسلوا وجوهكم"[18] میں دھونے کا حکم دیا ہے اور مسح دھونا شمار نہیں ہوتا لہٰذا اگر کوئی شخص وضو پر مسح کر لے یا برف اس پر پھیر لے تو طہارت حاصل نہیں ہوگی، کیونکہ

یہ صرف مسح ہو گا غسل نہیں ماسوا اس کے کہ برف ہلکی ہو اور پھیرنے سے پگھل جائے اور عضو پر بہہ جائے تو جائز ہو گا۔ اور اگر غسل میں ایک صاع سے زیادہ استعمال کرے تو بھی جائز ہے۔" دلیل یہ حدیث ہے: "عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الفَرَقُ"[19]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک برتن سے نہاتے تھے جس کو فرق کہا جاتا تھا۔)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"والفرق ستة عشر رطلاً عراقياً.وقال الحنفية والمالكية: لا تقدير للماء الذي يتطهر به في الغسل والوضوء لاختلاف أحوال الناس، ويراعي المغتسل حالاً وسطاً من غير إسراف ولا تقتير"[20]

"اور فرق سولہ عراقی رطل کا ہوتا ہے (تقریبا دس کلو گرام وزن بنتا ہے)۔ احناف اور مالکیہ فرماتے ہیں غسل اور وضو میں استعمال کیے جانے والے پانی کی کوئی متعین مقدار نہیں، کیونکہ لوگوں کے احوال کے اختلاف سے یہ بھی مختلف ہوتے ہیں، تاہم نہانے والے کو چاہیئے کہ وہ اسراف اور کنجوسی کے بغیر میانہ روی سے کام لے۔"

عورت کا غسل کرتے ہوئے بال کھولنے سے متعلق فتویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حدیث مبارکہ ہے:

"عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: بَلَغَ عَائِشَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ، فَقَالَتْ: يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هَذَا، أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ قَدْكُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، فَلَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ"[21]

(حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ غسل کے لیے عورتوں کو مینڈیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابن عمرو تعجب ہے! وہ عورتوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ اپنے سر منڈوالیں۔ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور میں تین مرتبہ سے زیادہ پانی سر پر پانی نہیں ڈالتی تھی)

ایک اور روایت میں ہے: "حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهِبٍ، عَنِ امْرَأَةٍ شَكَتْ إِلَى عَائِشَةَ، الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَتْ: صُبِّي ثَلَاثًا، فَمَا أَصَابَ أَصَابَ، وَمَا أَخْطَأَ أَخْطَأَ"[22]

(ایک مرتبہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل جنابت کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا۔ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاؤ جو چلا گیا سو چلا گیا جو رہ گیا سو رہ گیا۔)

عصری اطلاق:

گندھے ہوئے بالوں کے مسائل میں آئمہ کا اختلاف:

علامہ وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:"**هذا متفق عليه بين الفقهاء، فيجب تعميم قال الحنفية: يجب غسل سائر البدن مما يمكن غسله من غير حرج كأذن وسرة وشارب وحاجب وداخل لحية وشعر رأس، وخارج فرج، ولا يجب غسل ما فيه ------------الخ**"[23]

"کیا بٹے ہوئے اور گندھے ہوئے بالوں کی لٹوں کا کھولنا واجب ہے؟ اس بارے میں علماء کی باہم قریب قریب آراء ہیں۔

احناف فرماتے ہیں چٹیا یا جوڑے کی جڑ تک پانی کا پہنچ جانا کافی ہے اور یہ دفع حرج کی وجہ سے ہے کہ ان کا کھولنا اور پھر باندھنا حرج اور مشقت کا کام ہے اور بال اگر کھلے ہوئے ہوں تو ان کا پورے کا پورا دھونا لازم ہے اور اگر بٹے اور گندھے ہوئے بالوں کی جڑیں تر نہ ہوں ایسے کہ وہ چپکائی ہوئی ہوں یا گھنی ہوں یا اتنی سختی سے لٹیں بنائی گئی ہوں کہ پانی ان میں نہ جاسکے تو ان کو کھولنا لازم ہو گا صحیح قول کے مطابق، لیکن اگر سر دھونے سے اسکو ضرور نقصان لاحق ہو تو وہ دھونے کو ترک کر سکتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مسح کر لے۔

اسی تفصیل کے مطابق مالکیہ بھی فرماتے ہیں، وہ فرماتے ہیں نہانے والے پر اپنے بٹے ہوئے بالوں کو کھولنا لازم نہیں ہے جب تک کہ وہ انتہائی سختی سے بٹے ہوئے نہ ہوں کہ کھال تک پانی پہنچنا ممکن نہ ہو یا ان کو اتنے دھاگوں سے باندھا گیا ہو جو پانی کو کھال تک پہنچنے سے روک دیں یا بالوں کی تہہ تک پہنچنے سے روک دیں۔"

حنفیہ اور مالکیہ کی دلیل

"**عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي فَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ قَالَ: لَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ**"[24]

(سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں مضبوطی سے باندھتی ہوں، کیا میں انہیں غسل جنابت کے لیے کھولا کروں؟" آپ ﷺ نے فرمایا:"نہیں، تجھے یہی کافی ہے کہ تو اپنے سر پر تین لپیں ڈال لے، پھر اپنے اوپر پانی بہائے اور پاکی اختیار کر لے۔)

شوافع اور امام احمدؒ کی رائے کے متعلق وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"**قال الشافعية: يجب نقض الضفائر إن لم يصل الماء إلى باطنها إلا بالنقض---الخ** "[25]

"شوافع فرماتے ہیں کہ اگر پانی بالوں کی جڑ تک بال کھولے بغیر نہ پہنچے تو ان کو کھولنا ضروری ہو گا، لیکن بندھے ہوئے

بالوں کی جڑ قابل معافی ہے۔

امام احمدؒ حیض اور جنابت کے درمیان فرق کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ عورت پر حیض یا نفاس کے غسل کے لیے بالوں کا کھولنا لازم ہے اور جنابت کے سلسلے میں اگر بالوں کی جڑیں بھیگ جائیں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔ عورت کا غسل جنابت مرد کے غسل جنابت کی طرح ہی ہے۔ البتہ غسل جنابت میں عورت کو سر کی مینڈھیاں، گت اور جھوڑا کھولنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بالوں کو گندھا ہوا ہی رہنے دے اور تین لپ پانی ڈال کر بالوں کی جڑیں اچھی طرح تر کر لے، عورت کے لیے یہ تخفیف ہے، غسل جنابت میں سر کے بالوں کو دھونا یا کھول کر تر کرنا ضروری نہیں۔"

علامہ الجزیری لکھتے ہیں: "**الحنفية قالوا: إنه لايجب نقضه، وإنما الواجب هو أن يصل الماء إلى جذور الشعر، فإن كان الشعر غير مضفور؛ فإنه يجب تحريكه حتى يدخل الماء في باطنه ---الخ**"[26]

"حنفیوں کے نزدیک اگر عورت کے بالوں کی چوٹیاں ہوئی ہوں اور غسل کرتے وقت پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو اس پر چوٹیاں کھولنا واجب نہیں ہے۔ البتہ چوٹیوں کو پانی سے تر کرنا واجب ہے لیکن اگر بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو پانی بالوں کی جڑوں میں اور ان کے اوپر سب جگہ اندر اور باہر پہنچانا واجب ہے اور اگر عورت کے سر پر خوشبو وغیرہ کا کوئی ایسا لیپ لگا ہوا ہو جو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچنے میں مانع ہو تو اس لیپ کو اتارنا واجب ہے۔ عورت کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ سر پر ایسا مسالہ لگا رہنے دیا جائے جو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچنے میں مانع ہو، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کو دور کرنا واجب ہے، خواہ دلہن ہی کیوں نہ ہو۔ اس مسئلہ میں حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ متفق ہیں، صرف مالکیہ کو اختلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے دلہنوں کو اجازت دی ہے کہ وہ مسالہ اور سنگھار کی اشیاء لگائے رکھیں اور سر کو نہ دھوئیں یہ اچھی رعایت ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک حیض اور نفاس کے غسل میں گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا واجب ہے لیکن غسل جنابت میں بالوں کا کھولنا واجب نہیں ہے اس لیے کہ بار بار بالوں کو کھولنا تکلیف کا باعث ہے۔ جبکہ حیض و نفاس کے غسل میں جو طویل وقفہ کے بعد ہوتا ہے، یہ علّت موجود نہیں۔

شافعیوں کے نزدیک غسل میں بالوں کو اوپر اور نیچے سے اچھی طرح دھونا واجب ہے۔ بال گھنے ہوں یا ہلکے اور اگر گندھے ہوئے بالوں کو کھولے بغیر ان کے اندر کی طرف پانی پہنچانا ممکن نہ ہو تو انہیں کھول لینا واجب ہے، اس مسئلے میں ان کے نزدیک مرد اور عورت کے بارے میں حکم یکساں ہے۔ البتہ جو بال گوندھے بغیر قدرتی طور پر گنگھریالے ہوں اور ان میں پانی پہنچنا مشکل ہو تو ایسے بال اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب نہیں۔

مالکیوں کے نزدیک بالوں کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا لازم ہے۔ خواہ بال گھنے ہوں یا چھدرے اور خواہ گندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے۔ اور اگر گندھی ہوئی مینڈھیاں بہت کسی ہوئی ہوں خواہ دھاگے کے ساتھ گوندھی گئی ہوں یا بغیر دھاگے کے تو ان کا کھولنا واجب ہے، لیکن اگر زیادہ کسی ہوئی نہ ہوں تو کھولنا واجب نہیں صرف ان کو اکٹھا کر کے دھونا اور ہلانا کافی ہے تاکہ پانی نیچے تک پہنچ جائے۔ لیکن اگر چوٹی تین یا زیادہ ڈوروں سے گوندھی گئی ہو تو اس کا کھولنا واجب ہے۔ مالکیوں کے متاخرین نے پہلے حکم سے ایسی دلہن کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس کے بالوں کو خوشبودار روغن وغیرہ سے سجایا گیا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسی دلہن کے لیے سر دھونا لازم نہیں ہے بلکہ اگر وہ صرف سر کا مسح کر لے تو بھی کافی ہے کیونکہ دھونے کی صورت میں مال کا نقصان ہے، بلکہ اگر اس کے پورے جسم پر خوشبو کا لیپ ہو تو وہ تیمم کر لے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ عورت کے لیے بال کھولنا واجب نہیں اگر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

مني کو دھونے یا کھرچنے کے بارے میں فتویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حدیث مبارکہ ہے کہ

"عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ،قَالَ:سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الْمَنِيُّ أَيَغْسِلُهُ أَوْ يُغْسَلُ كُلُّهُ؟ قَالَ سُلَيْمَانُ:قَالَتْ عَائِشَةُ:كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيبُ ثَوْبَهُ،فَيَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِهِ،ثُمَّ يَخْرُجُ فِي ثَوْبِهِ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أَرَى أَثَرَ الْغُسْلِ فِيهِ"[27]

(حضرت عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلیمان بن یسار سے پوچھا کہ اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو منی کی جگہ کو دھونا ہے یا سارے کپڑے کو دھونا ہے۔ فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے کپڑے پر اگر منی لگ جاتی تو کپڑے سے منی کی جگہ کو دھو لیتے تھے اور پھر انہی کپڑوں میں نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جبکہ مجھے کپڑے میں دھونے کا نشان نظر آرہا ہوتا تھا) ایک اور روایت میں ہے:

"عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلَهَا عَنِ الْمِرْفَقَةِ يُجَامِعُ عَلَيْهَا الرَّجُلُ أَيَقْرَأُ عَلَيْهَا الْمُصْحَفَ؟ قَالَ:وَمَا يَمْنَعُكَ مِنْ ذَلِكَ، إِنْ رَأَيْتَهُ فَاغْسِلْهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَحُكَّهُ، وَإِنْ رَابَكَ فَرُشَّهُ"[28]

(حضرت جبیر بن نفیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی کو بھجوا کر پوچھوایا کہ جس کپڑے پر آدمی اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اس پر قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے؟ فرمایا اس میں کیا رکاوٹ ہے۔ اگر کوئی چیز ہے تو

اسے دھولو اور چاہو تو کھرچ لو اور اگر تمہیں شک ہو تو پانی چھڑک لو۔)

عصری اطلاق

علامہ وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"المني:وهو ما يخرج عند اللذة الكبرى عند الجماع ونحوه"[29]

"یعنی ہم بستری وغیرہ کے وقت شہوت کے ساتھ نکلنے والا مادہ۔"

انسان کی منی کی پاکی اور ناپاکی کے بارے میں دو رائے پائی جاتی ہیں۔ انسان کی منی کے بارے میں احناف اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ منی ناپاک ہے اس سے پڑنے والے نشان کو دھونا واجب ہے، تاہم احناف کے ہاں دھونا صرف گیلی منی کا ضروری ہے، اگر وہ خشک ہو تو صرف اس کا کھرچ لینا کافی ہو گا۔

مالکیہ منی کو مطلقاناپاک قرار دیتے ہیں خواہ وہ حلال گوشت جانور کی ہی کیوں نہ ہو، یہ ناپاک قرار دینا گھن اور اس کی ماہیت کے فاسد چیز میں بدل جانے کی وجہ سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اصلاخون ہوتی ہے، اور اصل کی ایک مقدار معاف ہونے سے فرع کی مقدار کا معاف ہونا ضروری نہیں، یعنی قلیل مقدار میں خون کا معافی ہونا اس بات کا متقاضی نہیں کہ منی، جو اصلاخون کی بدلی ہوئی شکل ہے کی بھی کچھ مقدار معاف ہو، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فرع کے لیے وہ حکم ہوتا ہے جو اصل کے لیے نہیں ہوتا۔" ان کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان ہے کہ كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَابِسًا وَأَغْسِلُهُ إِذَا كَانَ رَطْبًا"[30] (میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی کھرچ دیا کرتی تھی اگر وہ خشک ہو اور اس کو دھو دیا کرتی تھی اگر وہ گیلی ہوتی۔)

شوافع ظاہر قول کے مطابق اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے اور اس کا دھونا یا کھرچنا اس وقت مستحب ہے اگر آدمی کی منی ہو۔ منی کے طاہر و نجس ہونے پر علماء کا اختلاف ہے۔ کچھ علماء اسے نجس اور کچھ اسے طاہر قرار دیتے ہیں۔ امام احمد اور امام شافعی بروایت منی کو پاک کہتے ہیں۔ شافعی، داؤد، ظاہری اور احمد کا مشہور مؤقف کہ منی پاک ہے اور امام نووی نے بیان کیا ہے کہ علماء کی اکثریت اور محدثین اسی مؤقف کے قائل ہیں۔[31]

دلائل

- اسود اور ہمام بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا: كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم[32] (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے کھرچا کرتی تھی)

- علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مہمان ٹھہرا (رات کو اسے احتلام ہو گیا) تو صبح کے وقت وہ کپڑا دھونے لگا۔ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ، فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّي فِيهِ"[33]

(اگر تو اس (کپڑے پر منی کے نشان) دیکھتا تو تجھے یہی کافی تھا کہ تو وہ جگہ دھو دیتا اور اگر (منی کے نشان) دکھائی نہ دیتے تو اس کے ارد گرد پانی چھڑک دیتا۔ مجھے معلوم ہے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کپڑے سے منی اچھی طرح کھرچتی تھی پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس میں نماز پڑھتے تھے)

ظاہر ہے کوئی نجاست اگر کہیں لگ جائے تو وہ محض کھرچ دینے سے پاک نہیں ہو گی۔

- اشیاء میں اصل طہارت ہے جب تک دلیل شرعی سے کسی چیز کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو وہ چیز پاک ہی رہے گی۔ اور منی کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں اس لیے وہ پاک ہے۔

رہ گیا احادیث میں دھونے کا تذکرہ یہ نجاست کو مستلزم نہیں گھناؤنی ہونے کی وجہ سے بھی دھویا جا سکتا ہے۔ جیسے رینٹھ دیوار قبلہ پر تھی تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسے خود دور فرمایا۔

منی کے نجس ہونے کے قائلین

عترہ ابو حنیفہ اور مالک کا مؤقف ہے کہ منی ناپاک ہے، البتہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جب منی خشک ہو تو اسے کھرچنا کافی ہے۔ لیکن عترہ اور مالک کہتے ہیں کہ تر اور خشک منی کو دھونا لازم ہے۔[34]

دلائل

- سلیمان بن یسار تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کپڑے پر لگی ہوئی منی کے بارے میں پوچھا (کہ اس کی صفائی کا کیا طریقہ ہے) تو انہوں نے بیان کیا:

"كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَأَثَرُ الغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ المَاءِ"[35]

(میں اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کپڑوں سے دھوتی پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز کے لیے جاتے جب کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کپڑے میں منی کے نشان دھبوں کی صورت میں ہوتے تھے)

اس حدیث کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کسی بھی حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منی کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔ یہ کام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا از خود کرتی تھیں، پھر اگر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اس کام کا پتہ بھی ہو تو اس سے منی کا نجس ہونا ثابت نہیں

ہوتا، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ منی کو کپڑے سے دھونا جائز ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ ان چیزوں کو بھی دھونا جائز ہے جن کی طہارت پر اتفاق ہے، جیسے خوشبو اور مٹی وغیرہ ہے۔"[36]

منی کے نجس ہونے کی یہ بھی دلیل لی جاتی ہے کہ یہ فضلہ ہے جو نجاست میں بدل جاتا ہے نیز جس طرح باقی احداث (پیشاب اور پاخانہ) نجس اور ناقص وضو ہیں، منی بھی انہی میں سے ہے اور یہ پیشاب کے راستے خارج ہوتی ہے سو یہ بھی نجس ہے۔[37]

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ محض قیاسات اور مفروضوں سے کسی چیز کی نجاست ثابت نہیں ہوتی اس کے لیے کسی شرعی نص کا ہونا ضروری ہے۔ پھر ابو حنیفہ کے نزدیک شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت پاک ہے۔

"وَأَمَّا رُطُوبَةُ الْفَرْجِ فَهِيَ طَاهِرَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ كَسَائِرِ رُطُوبَاتِ الْبَدَنِ وَعِنْدَهُمَا نَجِسَةٌ"[38]

"ابو حنیفہ کے نزدیک شرم گاہ کی رطوبت بدن کی تمام رطوبات کی طرح پاک ہے اور ان دونوں (ابو یوسف اور محمد) کے نزدیک نجس ہے۔"

- احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے کپڑے میں جب بھی منی لگی اگر وہ تر تھی تو دھوئی گئی اور اگر سوکھ گئی تو کھرچ کر دور کی گئی اس پر مواظبت رہی، کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں کہ دھوئے یا کھرچ کر چھڑائے بغیر حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہو اور کسی فعل پر ایسی مواظبت ہمیشگی پابندی کہ کبھی اس کے خلاف نہ ہو دلیل وجوب ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کپڑے میں منی لگ جائے تو اسے دور کرنا واجب ہے یہ دلیل ہے کہ منی ناپاک ہے ورنہ اس کا دور کرنا واجب نہ ہوتا۔ اس لیے یہ کہنا ساقط کہ منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔

منی کے دھونے کو رینٹھ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ رینٹھ کے بارے میں ثابت ہے کہ اسے نماز کی حالت میں رومال میں لینے کا حکم دیا۔[39]

جو اس کے طہارت ہونے کی دلیل ہے مگر منی کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رینٹھ سے وضو تک نہیں ٹوٹتا اور منی نکلنے سے وضو تو وضو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

- سوکھی منی کے رگڑنے سے کپڑے کی طہارت چونکہ حدیث سے ثابت ہے جو اگرچہ خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب التسلیم ہے۔ مسلم میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"وَإِنِّي لَأَحُكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِي"[40]

(رسول اللہ ﷺ کے کپڑے میں منی اگر سوکھی ہوتی تو میں اپنے ناخن سے کھرچ دیتی)

طہارت صرف پانی سے دھونے میں منحصر نہیں، کبھی طہارت رگڑنے سے بھی ہو جاتی ہے، جیسے جوتے اور موزے میں لگی ہوئی نجاست۔

ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِذَا وَطِئَ الْأَذَى بِخُفَّيْهِ، فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ"[41](جب موزوں کے تلے ناپاکی آجائے تو اس کو پاک کرنے والی دھول ہے۔)

اس کے علاوہ بھی طہارت کے مختلف طریقے ہیں، مثلاً پونچھنا، جیسے شیشے، لوہے کی چیزوں میں نجاست لگ جائے تو صرف پونچھنے سے پاک ہو جائے گی، جلانا یا جل جانا، جیسے جانور کی سری پر خون لگا ہے اسے آگ پر بھونا گیا کہ خون جل گیا سری پاک ہو گئی۔ سوکھ جانا جیسے زمین یا زمین سے ملحق درخت، گھاس پر نجاست پڑی اور سوکھ گئی، پاک ہو گئی، تہہ نشین ہو جانا، کنواں یا تالاب ناپاک تھا کسی وجہ سے پانی تہہ نشین ہو گیا کنواں اور تالاب پاک، دُھننے سے جیسے روئی کو دُھن دیا جائے، پاک۔ بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہمارے شوافع بھائی یہی سمجھتے ہیں کہ دھونے کے علاوہ ناپاک چیز کے پاک کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں، منی کو ملنا اگر ازالہ نجاست کے لیے نہیں تو کس مقصد کے لیے ہے، یہ ملنا لغو اور بیکار ہو جائے گا۔ جہاں یہ ارشاد ہے: "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا"[42](وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔)

وہیں یہ بھی فرمایا: "وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ"[43](اور اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا فرمایا۔)

اور چوپایوں کی منی خصوصا جانوروں کی بالاتفاق ناپاک ہے۔

فوائد

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ "منی کی طہارت کے قائلین کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں منی کے کھرچنے کا بیان ہے کیونکہ اگر منی نجس ہوتی تو اسے حیض کے خون اور دیگر نجاستوں کی طرح کھرچنا کافی نہ ہوتا اور منی کو دھونے والی روایت کا ان علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ منی کو دھونا مستحب اور زیادہ پاکی کا باعث ہے (اس سے منی کی نجاست ثابت نہیں ہوتی)۔"[44]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْلُتُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِهِ بِعُودِ الْإِذْخِرِ، ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ"[45] (رسول اللہ ﷺ اپنے کپڑے سے (تر) منی کو اذخر گھاس کی جڑ سے صاف کرتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور خشک منی کو اپنے کپڑے سے کھرچتے پھر اس میں نماز پڑھتے تھے۔)

یہ حدیث منی کے طاہر ہونے کی واضح نص ہے کہ تر منی کو دھونا بھی ضروری نہیں۔ کیونکہ نجاستوں کی ذات کو تلف کرنا لازم ہے اور یہاں تو تر اور خشک دونوں صورتوں میں منی کپڑے پر موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منی نجس نہیں ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کپڑے پر لگی ہوئی منی کے بارے میں بیان کیا کہ "**أَمِطْهُ عَنْكَ بِعُودٍ، أَوْ إِذْخَرَةٍ، فَإِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبُصَاقِ، أَوِ الْمُخَاطِ**"[46] (اسے لکڑی یا اذخر گھاس سے صاف کر دے۔ یہ تو تھوک اور رینٹ کی مثل ہے۔)

راجح مؤقف

منی کے طہارت کے قائلین کا مؤقف راجح اور درست ہے کیونکہ کوئی ایسی شرعی نص میسّر نہیں ہے جس کی رو سے منی کو نجس قرار دیا جاسکے۔

1۔حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ "**قالوا والذي يقطع دابر القول بالنجاسة أن النبي صلى الله عليه وسلم علم أن الأمة شديدة البلوى---الخ** "[47]

"منی کو نجس کہنے والوں کے قول کا جو چیز قطعی خاتمہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم تھا کہ امّت کو ان کے جسموں، کپڑوں، بستروں اور لحافوں میں منی سے شدید دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے کبھی بھی انہیں جسموں اور کپڑوں پر لگی ہوئی منی دھونے کا حکم نہیں دیا۔ اسے پیشاب کی مثل سمجھنا محال ہے کیونکہ منی کو دھونے کے بارے میں ایک صیغہ بھی امر کا وارد نہیں ہوا۔ پھر یہ مسلمہ اصول ہے کہ بوقت ضرورت حکم میں تاخیر ممنوع ہے۔"

کپڑوں پر لگے حیض کے خون سے متعلق فتویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حدیث مبارکہ ہے کہ "**عَنْ حَمَّادٍ،عَنْ إِبْرَاهِيمَ،قَالَ:سَأَلْتُهُ عَنْ دَمِ الْحَيْضَةِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ،فَقَالَ:قَالَتْ عَائِشَةُ:إِنَّمَا يَكْفِي إِحْدَاكُنَّ أَنْ تَغْسِلَهُ بِالْمَاءِ**"[48]

(حضرت حمادؒ نے حضرت ابراہیم سے کپڑے پر لگے حیض کے خون کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے اسے پانی سے دھونا کافی ہے۔)

دوسری روایت ہے کہ "**عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ، عَنْ نَضْحِ الدَّمِ فِي الثَّوْبِ، فَقَالَتْ اغْسِلِيهِ بِالْمَاءِ، فَإِنَّ الْمَاءَ لَهُ طَهُورٌ**"[49]

(حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کپڑے پر لگے ہوئے

خون کے دھبوں پر پانی چھڑکنے کا پوچھا تو فرمایا اسے پانی سے دھوؤ کیونکہ وہ پانی سے پاک ہو گا) ایک اور روایت میں ہے کہ "عَنْ كَرِيمَةَ ابْنَةِ هَمَّامٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، وَسُئِلَتْ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ، فَقَالَتْ: اغْسِلِيهِ، فَقَالَتْ: غَسَلْتُهُ فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ، فَقَالَتْ:اغْسِلِيهِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ"[50]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے سوال کیا اگر حیض کا خون کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اسے دھولو، اس عورت نے سوال کیا میں اس کو دھوتی ہوں لیکن اس کا داغ نہیں جاتا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسے دھولو، پانی پاکی کا ذریعہ ہے۔)

عصری اطلاق

زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ 1۔ "حیض کا خون نجس ہے لہذا اسے دھونا ضروری ہے۔ 2۔ نجاست کو کپڑوں اور جسم سے دور کرنے کے بعد ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔3۔ نماز کے لیے جسم اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ 4۔اگر نجاست والی چیز کو پانی سے دھویا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔"[51]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ "وُجُوبُ غَسْلِ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ أَنَّ مَنْ غَسَلَ بِالْخَلِّ أَوْ غَيْرِهِ مِنَ الْمَائِعَاتِ لَمْ يُجْزِئْهُ۔۔۔الخ "[52]

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خون نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے عدد کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔ چونکہ حیض کا خون نجس و پلید ہے لہذا جس کپڑے کو یہ خون لگ جائے اسے دھونا ضروری ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

"إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّي فِيهِ"[53]

"خون مطلقاناپاک ہے، خواہ حیض کا خون ہو یا کوئی اور اس پر اجماع ہے۔ البتہ غیر مقلدین حیض کے علاوہ بقیہ تمام خون پاک مانتے ہیں فاطمہ بنت ابی جیش والی حدیث اس پر نص ہے خون استحاضہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون حیض کے علاوہ اور خون ہے۔"

حیض و نفاس کا خون ناپاک ہے ان کے نجس ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

1۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: "ہم میں سے کسی عورت کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تَحُتُّهُ، ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ، وَتَنْضَحُهُ، وَتُصَلِّي فِيهِ"[54]

(وہ اسے ناخنوں سے کھرچے، پھر اسے پانی کے ساتھ ملے، پھر اس پر پانی بہائے پھر اس میں نماز پڑھے۔)

2۔ سیدہ ام قیس بن محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کپڑے پر لگے ہوئے حیض کے خون کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"حُكِّيهِ بِضِلْعٍ،وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ"[55](اسے ٹیڑھی لکڑی سے کھرچو اور پانی اور بیری کے پتوں سے دھو دو۔)

فوائد

امیر یمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ "وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى نَجَاسَةِ دَمِ الْحَيْضِ، وَعَلَى وُجُوبِ غَسْلِهِ وَالْمُبَالَغَةِ فِي إزَالَتِهِ بِمَا ذُكِرَ مِنْ الْحَتِّ وَالْقَرْصِ وَالنَّضْحِ لِإِذْهَابِ أَثَرِهِ"[56]

یہ حدیث دلیل ہے کہ حیض کا خون پلید ہے۔ اسے دھونا واجب ہے اور اس کے ازالے کے لیے اسے ناخنوں سے کھرچنا، انگلیوں سے ملنا اور پانی سے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہیئے تاکہ اس کے اثرات زائل ہو جائیں۔

حدیث مبارکہ ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَقَالَتْ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ،أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟قَالَ:لَا إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ،فَإِذَاأَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي"[57]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں ایک مستحاضہ عورت ہوں اور میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک رگ کا خون ہے یہ حیض نہیں جب تمہیں حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض چلا جائے تو خون دھو کر نماز پڑھو۔)

علاوہ ازیں دم مسفوح کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ"[58] (یا بہتا خون یا سور کا گوشت یہ سب ناپاک ہیں۔)

اس اتفاق کے بعد کہ خون ناپاک ہے، علماء میں دو اختلاف عظیم ہیں: ایک یہ کہ نجاست قلیل ہو یا کثیر دونوں کا دھونا فرض ہے یا کچھ معاف بھی ہے۔

شوافع کا مسلک یہ ہے کہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا دھونا فرض ہے۔ ہمارے یہاں تھوڑی نجاست معاف ہے۔

ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

"مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ، فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيقِهَا، فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا"[59]

"ہمارے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں حیض بھی آتا تھا، اگر کپڑے کو خون لگ جاتا تو ہم تھوک لگا کر ناخن سے کھرچ دیتیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دو قطرے خون سے نماز میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔"
کس حد تک صاف ہے؟ اس سلسلے میں ہمارے آئمہ نے درہم کی مقدار رکھی ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ناخن کی مقدار کو معاف فرمایا۔ ویسے ہمارے ہاں بھی مستحب یہی ہے کہ تھوڑی سی نجاست بھی کہیں لگ جائے تو اسے دھولیا جائے۔

پانی کے علاوہ نجاست دور کرنے کا بیان

شوافع یہ کہتے ہیں کہ اگر نجاست کہیں لگ جائے تو صرف پانی ہی سے پاک ہو گی پانی کے علاوہ اور کسی چیز سے اگر دور کریں گے تو وہ چیز پاک نہ ہو گی۔ ہمارے یہاں پانی کی طرح ہر ایسی بہنی والی چیز سے نجاست دور ہو سکتی ہے جو ایسی رقیق اور سیال ہو کہ نجاست کو دور کر دے۔
شوافع کہتے ہیں کہ حدیث میں صرف پانی سے ہی نجاست دور کرنے کا حکم ہے، کسی اور مائع، بہنے والی رقیق چیز سے نہیں، اس لیے صرف پانی ہی سے نجاست دور ہو گی دوسری چیزوں سے نہیں۔
ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پانی کا ذکر اس بناء پر ہے کہ پانی ہی آسانی سے دستیاب ہوتا ہے اور عموماً اسی سے نجاست دور کی جاتی ہے۔ پانی کا مرتبہ بمنزلہ شرط نہیں بلکہ غالب اور اکثر کے اعتبار سے ہے۔
سیدھی سادھی بات یہ ہے کہ کپڑا مثلاً نجاست لگنے سے پہلے پاک تھا، نجاست لگنے سے ناپاک ہوا جب نجاست کسی چیز سے دور کر دی گئی تو اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا۔
اس امر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حیض کا خون پلید ہے، مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس خون کی مکمل صفائی ہونی چاہیئے اگر اس سے کوئی نشان رہ جائے تو وہ نقصان نہیں دے گا۔

خلاصہ بحث

حضرت عائشہ حدیث حفظ کرنے اور فتویٰ دینے کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر تھیں۔ سیدہ عائشہ نے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دور نبوی کی کوئی خاتون ایسی نہیں جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کے شرعی احکام اور حدیث کی ترویج میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔
عورتیں بارگاہ نبوت میں مسائل دریافت کرنے کو آیا کرتی تھیں، بعض پردے کے مسائل ہوتے تھے، جو کم فہم

خواتین کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ خود حیاء سے اس کی تفصیل نہیں فرما سکتے تھے تو ایسے موقع پر ام المؤمنین ہی اپنی بہنوں کی امداد فرماتی تھیں اور اپنے پاس بلا کر آپ ﷺ کا مطلب سمجھا دیتی تھیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں وارد فتاویٰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں طہارت کے باب میں اس شخص کا بیان جو گندی جگہ سے گزرنے کے بعد صاف جگہ سے بھی گزر جائے، غسل جنابت، جنبی شخص کے بارے میں، غسل کرتے ہوئے عورت کا بال کھولنا، منی کی پاکی ناپاکی کے بارے میں، کپڑوں پر لگے خون کی طہارت کے بارے میں متعلق احکام کا بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اور ان کے فتاویٰ جات مکمل نمونہ ہیں اگر موجودہ دور میں اسے مشعل راہ بنایا جائے معاشرے میں ضرور نکھار پیدا ہو گا۔

نتائج

1۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عظیم فقیہہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کی صلاحیتوں کو اپنی تربیت سے مزید نکھار دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احکام شرعیہ و حدیث کی ترویج و اشاعت میں قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔

2۔ عورتیں بارگاہ نبوت میں مسائل دریافت کرنے کو آیا کرتی تھیں، بعض پردے کے مسائل ہوتے تھے، جو کم فہم خواتین کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ خود حیاء سے اس کی تفصیل نہیں فرما سکتے تھے تو ایسے موقع پر ام المؤمنین ہی اپنی بہنوں کی امداد فرماتی تھیں اور اپنے پاس بلا کر آپ ﷺ کا مطلب سمجھا دیتی تھیں۔

3۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اسوہ قیامت تک خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔

4۔ فتویٰ چونکہ حکم شرعی ہے، اس کا احترام کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، اس کی توہین سے شریعت کی توہین ہو گی۔

5۔ عورتیں بارگاہ نبوت میں مسائل دریافت کرنے کو آیا کرتی تھیں، بعض پردے کے مسائل ہوتے تھے، جو کم فہم خواتین کی سمجھ میں نہ آتے اور آپ خود حیاء سے اس کی تفصیل نہیں فرما سکتے تھے تو ایسے موقع پر ام المؤمنین ہی اپنی بہنوں کی امداد فرماتی تھیں اور اپنے پاس بلا کر آپ ﷺ کا مطلب سمجھا دیتی تھیں۔

حوالہ جات

[1] عبد الحفیظ بلیلاوی، المنجد، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۹)، ص ۵۲۲

[2]علی بن محمد الجرجانی، کتاب التعریفات، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۳ء)، ۱/۱۴۲

[3]ابن عابدین الحنفی، محمد امین، در المختار علی الدر المختار، (بیروت: دار الفکر ۱۹۹۲ء)، ۱/۸۴

[4]ابوذکریا یحییٰ بن شرف النووی، المجموع شرح المهذب، (دار الفکر، س ن)، ۱/۹۷

[5]القرآن، سورۃ الفرقان آیت ۲۵

[6]ابو بکر ابن ابی شیبہ، المصنف، (مکتبہ الرشد، الرضویہ، ۱۴۰۹ھ)، حدیث نمبر ۶۱۷

[7]سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، (بیروت، المکتبہ العصریہ، س ن)، حدیث نمبر ۳۸۳

[8]وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، (سوریہ، دمشق، دار الفکر، س ن)، ۱/۲۴۷

[9]ایضاً

[10]ایضاً، ۱/۲۵۹

[11]ابو داؤد، السنن، حدیث نمبر ۳۸۴

[12]ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۶۷۹

[13]مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، (بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن)، حدیث نمبر ۳۰۷

[14]ایضاً، حدیث نمبر ۳۰۵

[15]ایضاً

[16]ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۷۰۹

[17]وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۵۳۳

[18]القرآن، سورۃ المائدہ آیت ۵

[19]ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، (دار طوق النجاۃ، س ن)، حدیث نمبر ۲۵۰

[20]وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۵۳۴

[21]ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۷۹۳

[22] ایضاً، حدیث نمبر ۷۹۵

[23] وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۵۲۳

[24]المسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۳۳۰

[25]وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۵۲۴

26 الجزیری، عبد الرحمٰن محمد عوض، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، (دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۳ء)، ۱/۱۰۶

27 ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۹۱۳

28 ایضاً، حدیث نمبر ۹۲۷

29 وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱/۳۱۵

30 ابو الحسن علی الدار قطنی، سنن دار قطنی، (بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۴ء)، حدیث نمبر ۴۴۹

31 محمد بن علی الشوکانی، نیل الاوطار، (مصر: دار الحدیث، ۱۹۹۳ء)، ۱/۷۵

32 المسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۲۸۸

33 ایضاً

34 الشوکانی، نیل الاوطار، ۱/۷۵

35 البخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۲۳۰

36 الشوکانی، نیل الاوطار، ۱/۷۵

37 ایضاً

38 ابو بکر بن علی الحنفی، الجوھرۃ النیرۃ، (المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۲۲ھ)، ۱/۳۸

39 البخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۴۱۷

40 المسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۲۹۰

41 ابو داؤد، السنن، حدیث نمبر ۳۸۶

42 القرآن، سورۃ الفرقان آیت ۵۴

43 القرآن، سورۃ النور آیت ۴۵

44 یحییٰ بن شرف النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم حجاج، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ء)، ۳/۱۹۸

45 احمد بن الحسین البیہقی، السنن الکبریٰ، (بیروت، لبنان: دار العلمیہ، ۲۰۰۳ء)، حدیث نمبر ۴۱۷۴

46 احمد بن الحسین البیہقی، معرفہ السنن والآثار، (کراچی، جامعہ الدراسات الاسلامیہ، ۱۹۹۱ء)، حدیث نمبر ۵۰۱۵

47 محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ، بدائع الفوائد، (دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، س ن)، ۳/۱۲۲

48 ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۱۰۱۳

49 ایضاً، حدیث نمبر ۱۰۱۹

50 ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۲۰۷۶

51 زبیر علی زئی، الاتحاف الباسم، (موطا امام مالک)، (مکتبہ الحدیث، ۲۰۰۹ء)، ص ۴۵۷

52 النووی، شرح صحیح مسلم، ۳/۲۰۰

53 البخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۳۰۷

54 ایضاً، حدیث نمبر ۲۲۷

55 ابو داؤد، السنن، حدیث نمبر ۳۶۳

56 محمد بن اسماعیل بن صلاح الصنعانی، سبل السلام، (دار الحدیث، س ن)، ۱/۵۴

57 ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث نمبر ۱۳۴۴

58 القرآن، سورۃ الانعام آیت ۱۴۵

59 البخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۳۱۲